خدیجہ مستور

(حالاتِ زندگی)

خدیجہ مستور ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ وہیں سے تعلیم مکمل کی۔ کچھ عرصہ بمبئی میں قیام رہا۔ ۱۹۴۲ء میں افسانہ نگاری شروع کی۔ ابتدائی کہانیاں لاہور کے ادبی رسالے ''عالمگیر'' اور ''خیام'' میں شائع ہوئیں۔ اس دور کے افسانوں کے دو مجموعے ''کھیل'' اور ''بوچھاڑ'' کی صورت میں شائع ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد لاہور آگئیں اور ''انجمن ترقی پسند مصنّفین'' سے وابستہ ہوئیں اور انجمن کی لاہور شاخ کی سیکرٹری بھی مقرر ہوئیں۔ اس فکری وابستگی کے اثرات ان کے تیسرے افسانوی مجموعے ''چند روز اور'' میں دکھائی دیتے ہیں۔

ان کا مشہور افسانہ ''محافظ الملک'' ایک خاص دور کے ذہنی رجحان اور فضا کا عکاس ہے۔ اس کے علاوہ ان کے افسانوں ''تلاش گمشدہ'' اور ''درد میں بیزاری'' اس رجحان کی ترجمانی کرتے ہیں جو خارجی ماحول کے انتشار کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان کے افسانوں میں زندگی کے ہر ہلکے سے ہلکے تنفس کی جھنکار سنائی دیتی ہے۔ ابتداء میں ان کے افسانوں کے تین مجموعے ''کھیل، بوچھاڑ'' اور ''چند روز'' چھپ گئے جبکہ چوتھا اور پانچواں مجموعہ آخری وقت میں شائع ہوا۔

۱۹۵۰ء کے بعد کے پاکستانی معاشرے میں اقدار کی ٹوٹ پھوٹ ان کے چوتھے مجموعے ''تھکے ہارے'' کے افسانوں میں نظر آتی ہے۔ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۲ء ان کا فن اپنے عروج پر تھا۔ اس دور میں انھوں نے کئی لازوال اور ناقابل فراموش کردار تخلیق کیے۔ ہر کردار اپنے طبقے کی زندگی کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔ ان کے افسانوں کا آخری اور پانچواں مجموعہ ''ٹھنڈا پانی'' ہے جس پر اکادمی ادبیات پاکستان کا ادبی انعام (۴۰ ہزار روپے) دیا گیا۔ افسانوں کے علاوہ انہوں نے دو ناول بھی تحریر کیے۔ پہلے ناول ''آنگن'' کا موضوع تحریک پاکستان ہے اور اس کا شمار اردو کے معیاری اور اچھے ناولوں میں ہوتا ہے۔ اس ناول کو ۱۹۶۲ء کا آدم جی ادبی ایوارڈ بھی ملا، دوسرا ناول ''زمین'' ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو لندن میں انتقال ہوا۔

آنگن

(خدیجہ مستور)

مقاصدِ تدریس

- طلبہ میں اپنے ملک سے جذبہ محبت کو اُجاگر کرنا۔
- قیامِ پاکستان کا سیاسی پس منظر بتانا۔
- طلبہ کو اُردو ادب میں خواتین قلم کاروں کے بارے میں مختصراً بتانا۔
- طلبہ کو ناول کی فنی تراکیب سے آگاہ کرنا۔
- طلبہ کو خدیجہ مستور کے نثری اسلوب سے آگاہ کرنا۔

الفاظ و تراکیب

آنگن	سیاسی آویزش	گوڈا	سینچر	اشتیاق
میکے	جی اُمنڈنا	روڑے اٹکانا	کھسیانا	جھلا اُٹھنا

ناول کا پس منظر

آدم جی ادبی انعام یافتہ ناول ''آنگن'' قیامِ پاکستان کے بعد لکھے جانے والے ناولوں میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ ''آنگن'' میں ہندوستان کے ایک مسلمان گھرانے کی زندگی کے حالات بیان ہوئے ہیں اور اس امر کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ افراد کی زندگیوں پر گرد و پیش میں رونما ہونے والے سماجی اور سیاسی واقعات کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ناول میں مسلمان اشراف گھرانوں میں گھریلو زندگی کی جھلک، طبقہ نسواں کی جذباتی زندگی اور دوسرے کرداروں کی نفسیات کو مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ ناول کا موضوع تقسیم سے ذرا پہلے اور تقسیم کے بعد کا وہ مختصر زمانہ ہے جب جنوبی ایشیا کے مسلمان ہجرت کرنے یا نہ کرنے کی کشمکش میں مبتلا تھے اور ملک کے طول و عرض میں جا بجا انسانی خون ارزاں ہو گیا تھا۔

ناول کے اس حصے میں ذیل کردار آتے ہیں:

کریمن بوا: گھر کا کام کاج کرنے والی پرانی ملازمہ۔

بڑی چچی: ہمدرد اور مہربان خاتون بڑے چچا کی بیوی۔

شکیل: بڑے چچا کا بیٹا جو گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

چھمی: بڑے چچا کی بھتیجی، مسلم لیگ اور پاکستان کی پرجوش طرف دار مگر وہ پاکستان نہیں آتی۔

ساجدہ آپا: جمیل کی بڑی بہن۔

اسرار میاں: بڑے چچا کا سوتیلا بھائی جس کی گھر میں کوئی اہمیت نہیں ایک قابلِ رحم کردار۔

نجمہ پھوپھی: ایک خود پسند عورت جس کے لیے ایم اے انگریزی ہونا سب سے بڑی بات ہے۔

اماں: عالیہ کی مغرور ماں۔

صفدر: بڑے چچا کا بھانجا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے اور بہار نے دنوں کو پھلانگ کر پھول کھلا دیئے ہیں۔ ایک ڈیڑھ مہینے پہلے کریمن بوا نے کیاری کا کوڑا صاف کر کے اسے گھٹنے تک گوڈا تھا اور پھر بیج بو کر اطمینان کی سانس لی تھی۔ اب کھلے ہوئے پھول دیکھ کر وہ خوش ہو رہی تھی، مگر بڑی چچی سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو پھول توڑ کر اس گرد سے بھرے ہوئے گلدان کو صاف کر کے سجا دیں۔ ان کے دل میں بہار کا گزر نہ تھا، پھولوں میں کوئی دلکشی نہ تھی۔ شکیل ان کے دل میں سدا خزاں کا بیج بو گیا ہے۔ جمیل بھیا اس بیج کو سینچ رہے ہیں اور بڑے چچا، بڑے چچا کے لیے اسے کوئی بری بات نہ سوچنا چاہیے۔ وہ اپنے آپ کو ملامت کرتی۔ گھر کی حالت بڑی خراب ہو گئی تھی جمیل بھیا نے ملازمت کی کوشش ہی نہ کی، سارا دن مسلم لیگ کے دفتر میں کام کرتے اور تھوڑا سا معاوضہ مل جاتا۔ بڑی چچی کو یہ معاوضہ دے کر وہ سارے مہینے کے لیے بے خبر ہو جاتے اور سارا مہینہ بڑی چچی سے انتقام لے لے کر گزر جاتا۔

ان دنوں بڑے چچا کے پیروں میں سنیچر ہو گیا تھا آج یہاں، کل وہاں، انگلستان کی لیبر وزارت نے ہندوستان کو آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اماں نے یہ خبر اس طرح سنی تھی جیسے چنڈو خانے سے اڑائی گئی ہو۔ اِدھر آزادی کے فیصلے کے ساتھ باپ بیٹے ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہو گئے تھے۔ پاکستان بنے گا، پاکستان نہیں بنے گا اور اس کشمکش کے عالم میں اسے چھمی بُری طرح یاد آنے لگتی۔ اگر آج وہ بھی اس گھر میں بیٹھی رہتی تو کیا ہوتا۔ آزادی ملنے سے پہلے ہی سب اپنا اپنا سر پھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو چکے ہوتے۔

آج پندرہ بیس دن بعد بڑے چچا گھر داخل ہوئے تھے اور برآمدے میں بچھے ہوئے پلنگ پر سکون سے لیٹے اپنا سر سہلا رہے تھے، اتنے دن بعد انھیں گھر میں لیٹے دیکھ کر عالیہ چائے کی پیالی لے کر ان کے پاس جا بیٹھی بڑے چچا اُٹھ کر چائے پینے لگے۔

''انگریز کہتے ہیں کہ اب ہندوستان آزاد ہو جائے گا؟'' بڑی چچی بھی ہنستی ہوئی آ گئیں۔

''ہاں انھیں آزاد کرنا ہی ہوگا، بس تھوڑے دن اور گڑبڑ کریں گے، بے ایمان قوم ہے۔'' بڑے چچا جوش میں آ گئے۔

''پھر جب آزادی مل جائے گی تو تم اپنی دکانوں پر بیٹھو گے؟'' بڑی چچی نے پوچھا۔ ان کی آنکھوں سے اشتیاق ٹپک رہا تھا۔

''بیٹھوں گا کیوں نہیں، تم دیکھنا کہ اس کے بعد دکانیں کیسی چلتی ہیں، اپنی حکومت سے تو دکانوں کو چلانے کے لیے امداد بھی مل جائے گی۔''

''اچھا اپنی حکومت امداد بھی کر دے گی؟ ہائے کتنا اچھا ہوگا۔'' بڑی چچی کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''بڑے چچا آج آپ گھر میں لیٹے اچھے لگ رہے ہیں، جب آپ ہوتے ہیں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے۔'' عالیہ کچھ نہ کہہ سکی اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

''اور میں تمہارا باپ نہیں تو پھر کیا ہوں پگلی۔'' بڑے چچا نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا ''اور جب آزادی مل جائے گی تو میں اپنی بیٹی کو دلہن بناؤں گا اور بہت شاندار پڑھا لکھا دولہا لاؤں گا، ایں نا؟'' انھوں نے بڑی چچی کی طرف دیکھا وہ دونوں ہنسنے لگے مگر عالیہ بڑے چچا کے سینے میں محبت کی گرمی محسوس کر کے دھیرے دھیرے رو رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ اللہ اس ملک کو جلدی سے آزاد کر دے، بڑے چچا اپنے گھر واپس آ جائیں اور پھر شام کو اسی گھر میں لیٹ کر بڑی چچی سے باتیں کریں۔ چھمی کی خیریت پوچھیں، ساجدہ آپا کو میکے آنے کے لیے خط لکھیں، جمیل بھیا کے لیے دلہن تلاش کریں اور شکیل کو ڈھونڈ کر گھر لے آئیں۔

''اری پگلی رو رہی ہے''۔ بڑے چچا نے اپنے کھدر کے کُرتے کے پار آنسوؤں کی نمی محسوس کر لی تھی۔ ''مت رو میری بیٹی۔''

''کریمن بوا بڑے بھیا سے کہو کہ حکیم صاحب اور ہر دیال بابو آئے ہیں۔'' اسرار میاں کی آواز آئی تو بڑے چچا ایک دم اٹھ پڑے، وہ اسے چپ کرانا بھی بھول گئے۔ عالیہ نے آپ ہی آپ آنسو پونچھ ڈالے، کیسا جی امنڈ رہا تھا ابھی تو وہ رونا چاہتی تھی۔ رات جب سب لوگ کھانا کھا رہے تھے تو جمیل بھیا بڑے جوش وخروش سے بولتے جا رہے تھے۔ مطالبہ پاکستان ایک ایسی حقیقت ہے جیسے آپ بیٹھے ہیں، کانگریسی لاکھ روڑے اٹکائیں مگر کچھ نہیں کر سکتے، دس کروڑ مسلمانوں کے اس مطالبے کو کون روک سکتا ہے۔

''تو کیا سارے مسلمان پاکستان جا کر رہیں گے؟'' بڑی چچی نے پوچھا۔

''واہ اس کی کیا ضرورت پڑے گی، جو جہاں ہے وہیں رہے گا۔''

''مگر ہندو ہمیں رہنے کیوں دیں گے، وہ نہیں کہیں گے کہ اپنے مُلک جاؤ۔''

''ان کے ہندو جو ہمارے پاکستان میں ہوں گے ہم ان سے کب کہیں گے کہ جاؤ۔''

جمیل بھیا کی دلیل بڑی چچی کی سمجھ میں آ گئی تو انھوں نے اطمینان کی سانس لی۔

''ہاں جمیل میاں یہ جانے والے کی بات بُری ہے، میں بھی یہ گھر نہیں چھوڑ سکتی۔'' کریمن بوا بھی بول ہی پڑیں۔

''اور میں کب چھوڑ رہا ہوں اپنا گھر، میں تو بس اسرار میاں کو بھیج دوں گا پاکستان'' جمیل بھیا مزے میں آ کر

ہنسے اور کریمن بوا نے کھسیا کر برتن اٹھانے شروع کر دیئے۔

''پھر تم اپنی ایک دکان تو سنبھال ہی لینا، تمہارے ابا اب تھک چکے ہیں اور پھر تم ان کا ادب بھی کرو گے نا؟''

''میں سب کچھ کروں گا اماں، جو کچھ آپ کہیں گی وہی ہوگا بس پاکستان بن جانے دیجئے۔'' جمیل بھیا باتیں کرتے ہوئے بار بار عالیہ کی طرف دیکھے جا رہے تھے اور وہ بے تعلق سی بیٹھی کھانا کھائے چلی جا رہی تھی۔ ''جانے آج کل اتنی بھوک کیوں لگتی ہے۔''

''حد ہے ہر وقت یہی باتیں، کھانا پینا حرام ہوگیا ہے۔'' اماں باتیں سن سن کر ایک دم جھلا اٹھیں۔ بس اب تو عقل مند صرف تمہارے ملک کے لوگ رہ گئے ہیں، انگریز بیچارے تو بڑے بے وقوف ہیں کہ آزادی بانٹی اور چپکے سے اپنے ملک لوٹ گئے، ارے ابھی تو برسوں جھک مارو جب بھی آزادی نہیں ملتی۔

''انھیں کون کافر بے وقوف سمجھتا ہے مگر اب وقت انھیں بے وقوف بننے پر مجبور کر رہا ہے، اگر نہ گئے تو نکال دیئے جائیں گے۔'' جمیل بھیا بھی جوش میں آ گئے۔

''اللہ کی شان ہے کیا بڑھ بڑھ کر بھڑکیں مار رہے ہو''۔ اماں بگڑ کر اٹھ گئیں۔ ''کریمن بوا میرا کھانا میرے کمرے میں پہنچا دو۔'' اماں جانے لگیں تو جمیل بھیا نے پکڑ لیا۔ ''چلئے چھوڑیئے چھوٹی چچی، اب اگر آزادی کا نام بھی لوں تو جو چور کی سزا وہ میری۔''

بات مذاق میں ٹل گئی مگر موڈ ٹھیک نہ ہوا کھانا کھاتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

سردی کا زور گھٹتے ہی سب برآمدے میں سونے لگے تھے پھٹے ہوئے پردے لپیٹ کر کب کے باندھ دیئے گئے تھے۔ اس وقت چاندنی برآمدے میں داخل ہو کر بستروں پر لوٹ رہی تھی۔

جمیل بھیا اتنی بہت سی باتیں کرنے کے بعد اب صحن میں ٹہل رہے تھے اور عالیہ بڑی چچی کے پاس بیٹھی چھالیہ کاٹ رہی تھی اماں سب سے روٹھ کر اپنے کمرے میں نہ جانے کیا کر رہی تھی۔

''بڑے بھیا کہاں ہیں؟'' نجمہ پھوپھی اوپر سے آ کر بڑی چچی کے پاس ٹک گئیں وہ کچھ فکر مند سی نظر آ رہی تھیں۔ ''بیٹھک میں ہوں گے بلوا لو۔'' بڑی چچی نے جواب دیا۔

''دیکھو کریمن بوا اگر کوئی نہ ہو تو بلا لاؤ۔'' نجمہ پھوپھی نے اکتا کر کہا۔

بڑے چچا کے آتے ہی جمیل بھیا اپنے کمرے میں چلے گئے۔ عالیہ کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آج نجمہ پھوپھی کیا بات کرنا چاہتی ہیں جو اس قدر فکر مند ہو رہی ہیں؟

''بڑے بھیا وہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے لیے زندگی کا ساتھی تلاش کر لیا ہے، بس آپ کو اطلاع دینی تھی۔'' انھوں نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

سب حیران ہو کر ان کا منہ تکنے لگے، بڑے چچا آنکھیں جھکائے خاموش بیٹھے تھے، کیا انگلش میں ایم اے کر کے انسان اپنی تہذیب پر لات مار دیتا ہے۔ نجمہ پھوپھی یہی کچھ بڑی چچی کے ذریعے بھی کہلا سکتی تھیں۔ عالیہ نے نفرت سے بڑی چچی کی طرف دیکھا۔

تو پھر ضرور کرو شادی، ہم سے کہو فوراً انتظام کر دیں گے۔ بڑی چچی کھسیا کر ہنسنے لگیں۔

''کیا انتظام کریں گے آپ، کیا میں چھمی ہوں جس کی شادی پر میراثنیں بلائی جائیں گی، ڈھول پیٹی جائے گی اور میرا جہیز سلے گا میں خود جہیز ہوں۔'' نجمہ پھوپھی سخت مغرور ہو رہی تھیں۔

''تم جب کہو گی میں شریک ہو جاؤں گا۔'' بڑے چچا اٹھ کر باہر چلے گئے۔

''بس گرمیوں کی چھٹی میں نکاح ہو جائے، پھر ہم لوگ شملے چلے جائیں گے۔'' نجمہ پھوپھی نے بڑی چچی کو اطلاع دی اور خود بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''وہ ہیں کون صاحب؟'' بڑی چچی سے پوچھے بغیر نہ رہا گیا۔

''ہمارے کالج کے لیکچرار کے بھائی ہیں، انھوں نے بھی انگلش میں ایم اے کیا ہے۔ بہت زبردست تاجر ہیں۔'' وہ کھٹ پٹ کرتی زینوں پر ہو لیں۔

ذرا دیر تک سب چپ رہے کوئی کسی سے نہ بولا مگر جیسے ہی جمیل بھیا پھر سے آکر ٹہلنے لگے تو بڑی چچی نے دھیرے سے اطلاع کر ہی دی۔ ''تمہاری نجمہ پھوپھی شادی کر رہی ہیں۔''

''اچھا تو اس وقت وہ یہی کچھ بتانے آئی تھیں؟''

''ہوں!'' بڑی چچی سر جھکا کر پان بنانے لگیں۔

''ڈھول نہ باجے، دلہن نہ بنیں، یہ بھی کوئی شادی ہوئی زمانے بدل گئے سوا سوا مہینے تک لڑکی کو مانجھے بٹھاتے تھے۔ باپ بھائیوں کا سایہ تک نہ دیکھتی تھی۔'' کریمن بوا برتن دھوتے ہوئے برابر بڑبڑائے جا رہی تھیں۔

''پڑھ لکھ کر انھوں نے اتنا ہی سیکھا ہے۔ قاضی سے کہنا کہ نکاح بھی انگریزی میں پڑھائے۔'' جمیل بھیا زور سے ہنسے۔

''واقعی اس خاندان کی بدنصیبی تھی کہ لڑکیوں کو تعلیم نہ دلائی گئی۔ اب ہماری نجمہ پھوپھی خاندان کی پہلی لڑکی تھیں، جنھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، ظاہر ہے کہ انھیں مارے غرور کے یہی کچھ بننا تھا۔ دوسری تعلیم یافتہ خاتون ہماری

عالیہ بی بی ہیں، کچھ فتور تو ان میں بھی ہے۔'' انھوں نے دادطلب نظروں سے دیکھا۔

عالیہ سمجھ گئی کہ یہ کس فتور کی طرف اشارہ ہو رہا ہے، اس کی جان جل کر رہ گئی۔ ''جی ہاں عورت اگر کٹھ پتلی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی تو ظاہر ہے کہ دماغی فتور سمجھا جائے گا، مرد عورت کو بے وقوف دیکھ کر ہی سچی خوشی محسوس کرتا ہے۔ نجمہ پھوپھی کا طریقہ غلط ہے مگر انھیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی شادی کریں۔''

''کون کر رہا ہے شادی؟'' اماں نے کمرے سے نکل کر پوچھا۔

''نجمہ پھوپھی۔'' عالیہ نے جواب دیا۔

''کہاں انتظام کر دیا بڑے بھیا نے؟''

''بڑے بھیا نہیں انھوں نے خود انتظام کیا ہے۔'' بڑی چچی نے بتایا۔

''حد ہے بھئی ان کی بڑی بہن صاحبہ نے بھی تو اپنی مرضی سے شادی کی تھی اور آج ان کا شاندار بیٹا صفدر دنیا کی چھاتی پر دندناتا پھرتا ہے۔'' اماں کا غصہ پورے جوش پر تھا۔

سب چپ رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عالیہ کو افسوس ہو رہا تھا کہ اماں اتنی تلخ باتیں کیوں کرتی ہیں۔ اماں اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ جمیل بھیا اٹھ کر ٹہلنے اور گنگنانے لگے۔

بہلا نہ دل نہ تیرگیٔ شامِ غم گئی — یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں

ٹھیک ہے اسی لیے میرے دماغ کے فتور کا رونا رویا جا رہا تھا وہ ان کا دل نہ بہلا سکی، وہ ان کی شاموں کو رنگین نہ بنا سکی اس سے بڑھ کر اور کیا فتور ہوگا؟

''میں ذرا باہر جا رہا ہوں اماں ضروری کام سے، دیر سے آؤں گا، دروازہ بند کر لیجیے'' جمیل بھیا نے کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

بہلا نہ دل نہ تیرگی شام غم گئی

دروازے سے نکلتے ہوئے بھی وہ دھیمے دھیمے گا رہے تھے۔

دھوم دھام سے چٹکی ہوئی چاندنی میں اسرار میاں کی اندھیری آواز ابھری۔ ''کریمن بوا اگر سب لوگ کھانا کھا چکے ہوں تو۔''

عالیہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے زینوں پر ہو لی۔

(آنگن سے اقتباس)

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف) بڑی چچی کیوں اُداس رہتی تھی؟

ب) باپ، بیٹا ایک دوسرے کی صورت سے کیوں بیزار ہو گئے تھے؟

ج) نجمہ پھوپھی نکاح کے بعد کون سے شہر جانا چاہتی تھی؟

د) جب بڑی چچی کو قیام پاکستان کی صورت میں ہجرت کا خدشہ لاحق ہوا تو جمیل بھیا نے کس طرح اُنہیں مطمئن کیا؟

ہ) بڑے چچا کے پیروں میں کیا ہوا تھا؟

و) ''بہلا نہ دل نہ تیرگی شام غم گئی''، جمیل بھیا کیوں یہ مصرعہ بار بار گا رہا تھا؟

ز) بڑے چچا نے عالیہ کو سینے سے لگایا تو عالیہ نے دل میں کس خواہش کا اظہار کیا؟

۲) متن کو مدنظر رکھتے ہوئے دُرست جواب کا انتخاب کریں۔

الف) ''آنگن'' کی مصنفہ/مصنف کا نام ہے۔

(i) مرزا ادیب (ii) خدیجہ مستور (iii) سجاد حیدر یلدرم (iv) قرۃ العین حیدر

ب) گھر سے بھاگ جانے والے بڑے چچا کے بیٹے کا نام تھا۔

(i) صفدر (ii) جمیل بھیا (iii) شکیل (iv) اسرار میاں

ج) جمیل بھیا کی رائے کے مطابق قیام پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

(i) کانگریسی (ii) انگریز (iii) ہندو (iv) سکھ

د) عالیہ کی ماں مزاجاً ایک عورت تھی۔

(i) عاجز (ii) نرم مزاج (iii) مغرور (iv) ہمدرد

ہ) نجمہ پھوپھی کی شادی کے اچانک اعلان نے سب کو کر دیا۔

(i) حیران (ii) پریشان (iii) خوش (iv) فکر مند

۳) خدیجہ مستور کے ناول ''آنگن'' کے کتاب میں شامل اقتباس کا خلاصہ بیان کریں۔

۴) عالیہ اور جمیل بھیا کے کرداروں پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۵) درج ذیل محاورات کے معانی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

آواز بھر آنا۔ جی اُمنڈنا۔ روڑے اٹکانا۔ دندناتے پھرنا۔ مُنہ تکنا۔ ڈھول پیٹنا۔ اشتیاق ٹپکنا۔ بات ٹل جانا۔

ناول اور اس کے اجزائے ترکیبی

تعریف:۔ ناول اُس نثری قصے کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص نقطۂ نظر کے تحت زندگی کی حقیقی اور واقعاتی عکاسی کی گئی ہو۔ ناول کا مرکزی کردار اس کا ہیرو ہوتا ہے۔ واقعات میں ایک تسلسل موجود ہوتا ہے۔ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی اس کا خاصہ ہے۔ اس کا موضوع انسانی زندگی ہوتا ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے حالات و واقعات اور معاملات کو انتہائی گہرے اور مکمل مشاہدے کے بعد کہانی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ناول کے اجزاء

۱۔ کہانی:۔ ناول کے لیے سب سے بنیادی چیز کہانی ہے کیونکہ اس کے بغیر ناول کی تکمیل نہیں ہوتی۔

۲۔ پلاٹ:۔ ناول میں واقعات کو اچھے انداز میں ترتیب دے کر بیان کرنا پلاٹ کہلاتا ہے۔

۳۔ کردار:۔ ناول میں جن افراد کا ذکر آتا ہے وہ ناول کے کردار کہلاتے ہیں۔

۴۔ مکالمے:۔ کرداروں کی آپس میں بول چال مکالمہ کہلاتا ہے۔ مکالموں کے ذریعے کرداروں کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ منظر نگاری، موضوع، زبان و بیان اور مقصدیت اس کے اجزاء میں شامل ہیں۔

سرگرمیاں

۱) سبق پڑھاتے ہوئے طلبہ کو ناول کے کرداروں میں تقسیم کر کے اُن کے درمیان مکالمہ کروایا جائے۔

۲) اساتذہ کرام طلبہ سے کمرا جماعت میں کسی بھی ادبی، علمی یا صحافتی موضوع پر درست لب و لہجے اور تلفظ کے ساتھ دس منٹ تک لکھی ہوئی تقریر دیکھ کر پڑھوائیں۔

۳) طلبہ کو لائبریری لے جا کر دیگر مصنفین کے ناول پڑھنے پر آمادہ کیا جائے۔

اشاراتِ سبق

۱) طلبہ کو بتایا جائے کہ قیامِ پاکستان ایک عظیم سیاسی جدوجہد کے نتیجے میں ممکن ہوسکا ہے۔

۲) طلبہ کو خدیجہ مستور کے اسلوبِ نثر سے آگاہ کیا جائے۔

۳) طلبہ کو اُردو ادب میں صنفِ ناول نگاری کی روایت پر ایک سیر حاصل لیکچر دیں۔

۴) طلبہ کو اُردو ادب میں خواتین کے کردار کے بارے میں بتایا جائے۔